انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں　　انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

خیابانِ رضا

جہانِ رضویت کے اربابِ علم و فضل کے

رشحاتِ قلم و فکر

ترتیب و تہذیب
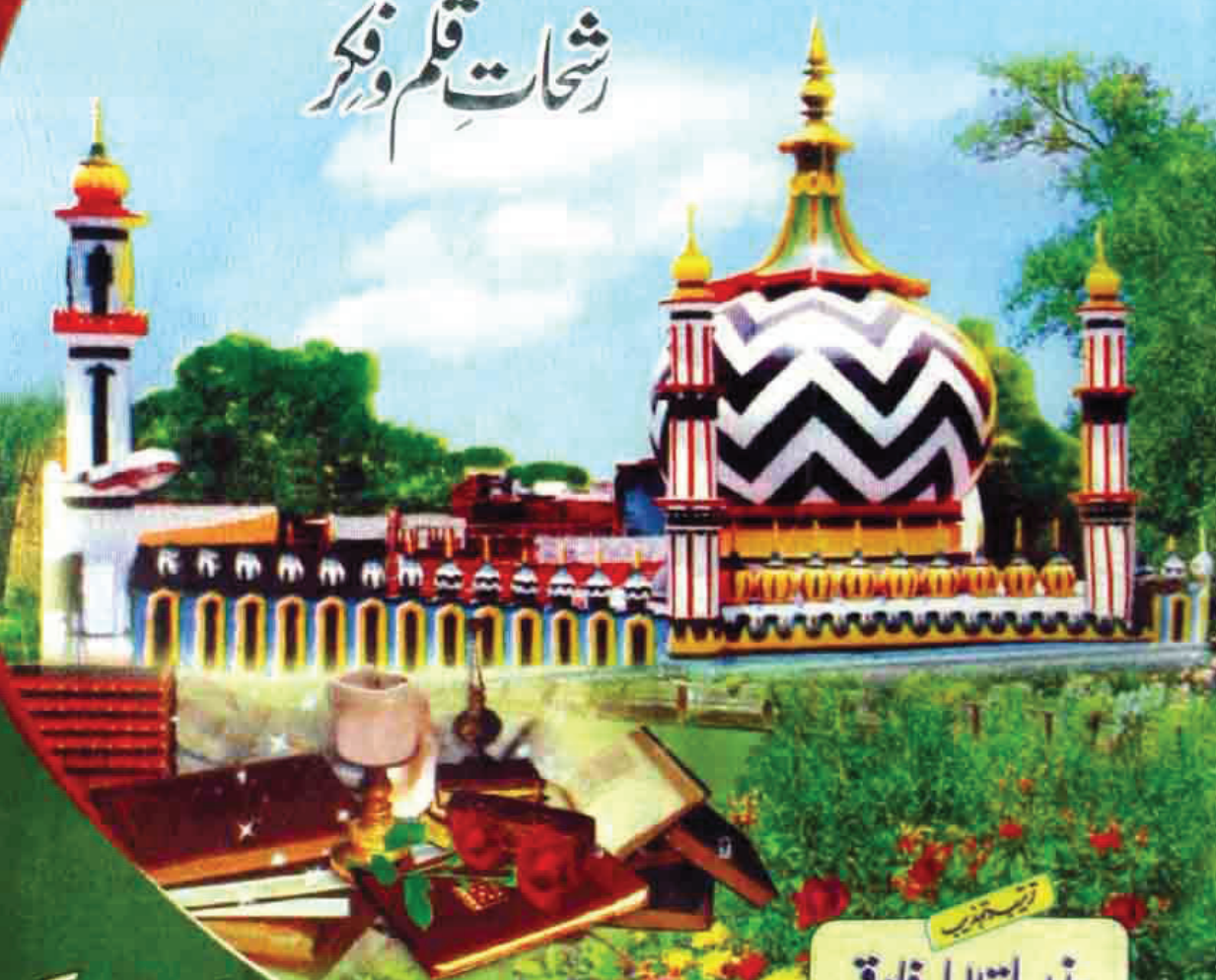
پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مکتبۂ نبویہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

جلد ۱۷۔ جنوری، فروری ۲۰۰۹ء صفر المظفر، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

شمارہ ۱۵۹

مدیر: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
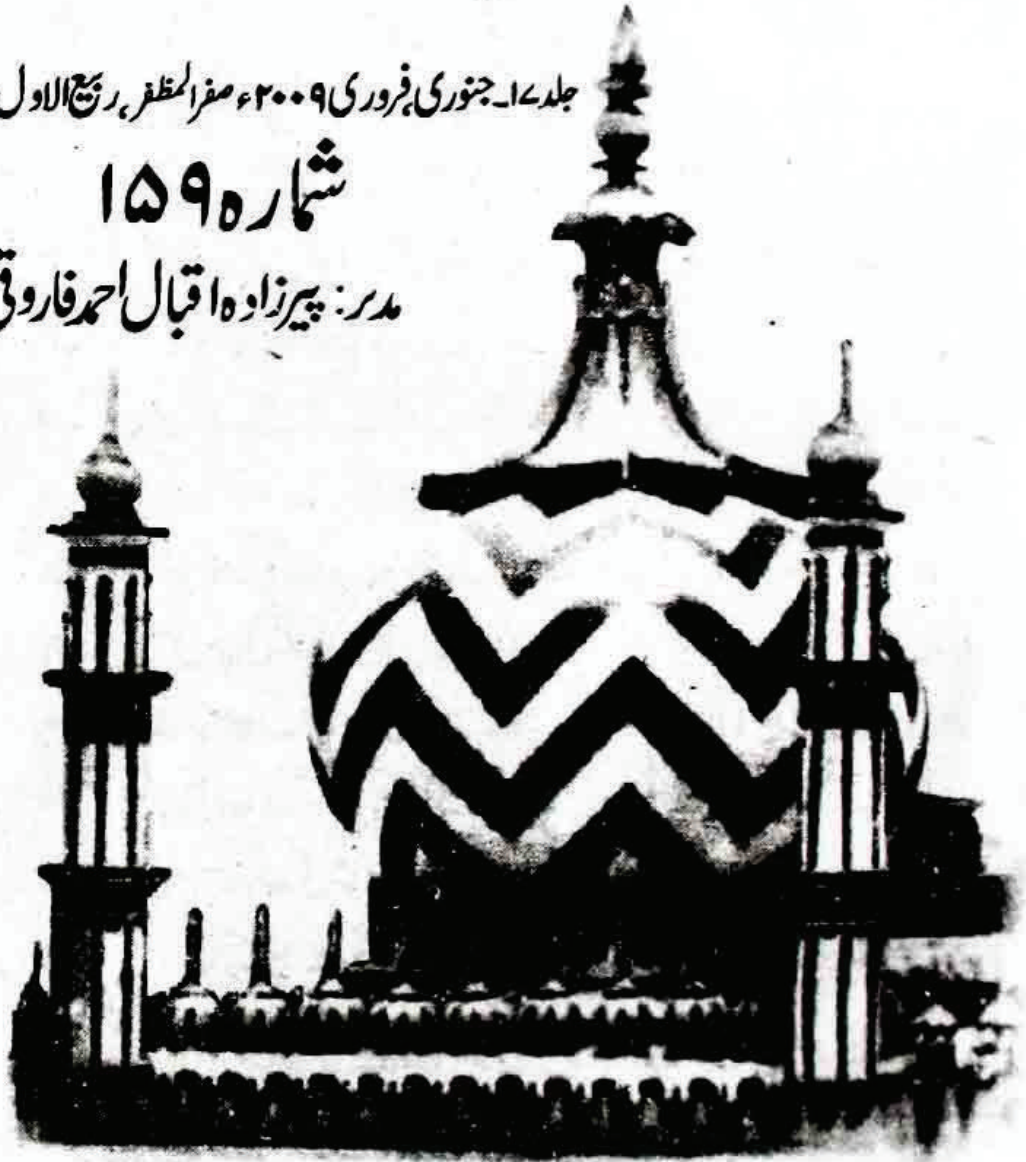
قارئین جہان رضا اپنے تجزیاتی خیالات کا اظہار کر کے ممنون فرمائیں۔

مرکزی مجلسِ رضا

پوسٹ بکس 2206 نعمانیہ بلڈنگ، ٹکسالی گیٹ، لاہور، موبائل 0300-4235658

جہانِ رضا کے صفحات کی لطافتیں

جہانِ رضا کو پڑھیے، دوستوں کو پڑھائیے اس کے ممبر بنائیے اور فکر رضا کو عام کرنے کے لیے ہم سے تعاون حاصل کیجئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ذکر رضا، یاد رضا اور یوم رضا کی مجالس قائم کیجئے اور عوام کو پیغام رضا پہنچائیے۔ "جہانِ رضا" حاصل کرنے کے لیے -/200 روپے زر تعاون مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور کو ارسال کیجئے اور سارا سال اپنے گھر بیٹھے ہوئے جہانِ رضا کا مطالعہ کیجئے۔

بسیار خوباں دیدہ ام مہر بتاں ور زیدہ ام
بازار یوسف دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہم ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات اور اپنے دوست کے تحسینی الفاظ کو پیش کر کے کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کو پڑھ کر یوں محسوس کرتے ہیں کہ:

آفتابِ قدس نکلا نور برساتا ہوا!

آج کنزالایمان دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے اور پڑھا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان کے دل و دماغ کو روشنی بخش رہا ہے۔ ایک صدی گذرنے کے باوجود اس کی روشنیاں پھیلتی جا رہی ہیں اور اس کے محاسن کھلتے جا رہے ہیں اس کا حرف حرف قرآن پاک کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے اس کا جملہ جملہ اہل محبت کو دعوتِ مطالعہ دے رہا ہے۔ اس کی سطر سطر قرآن کے حقائق سامنے لا رہا ہے ہم علمائے کرام خصوصاً علمائے اہلسنّت اور قرآن پاک کے ترجمہ نویسوں کو التماس کریں گے کہ وہ کنزالایمان کو سامنے رکھیں اس کے صفحات کو عوام کے لیے کھول دیں۔ اور بچے بچے کو اس دولت سے حصہ بخشیں۔

آج عوام کو منکرانِ احادیث کی تشریحات میں الجھایا جا رہا ہے۔ آج اہلسنّت و جماعت کے کئی سکالرز بھولے پن سے حضور نبی کریم ﷺ کے "اگلے اور پچھلے گناہوں" (ذنب) کو معاف کرا کے نبوت کے درجات پر فائز کر رہے ہیں۔ آج اہلسنّت کے کئی مقتدر علمائے کرام حضور کی نبوت کو چالیس سال تک "ولایت" کی چادر میں ڈھانپنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آج "مسلکِ رضا" اور "فکرِ رضا" سے بے خبر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اس لیے سُنی علمائے کرام کو "کنج خمولی" سے نکل کر عوام کی راہنمائی کرنی چاہیے۔ غیر سُنی تراجم پر حرف گیری کرنے والے خود شش و پنج کی دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔ بدعقیدہ لوگ قرآن پاک کو اپنی منشاء کے مطابق اپنے ترجموں میں ڈھال رہے ہیں۔ اب اپنے بھی اپنی کم علمی اور تفاخر کے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہی تراجم سامنے لا رہے ہیں۔ جو مخالفین رضا لایا کرتے تھے۔ آج وہ اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کو باور کرا رہے ہیں کہ ہمارے متقدمین کو وہ علم نہیں تھا جو ہمیں حاصل ہے۔ آج وہ قرآن کے "ترجمہ در ترجمہ" کی خوبصورت جلدوں کی اشاعت میں معروف ہیں۔ علماء کرام سو جائیں تو جہلا ہی علماء بن کر قوم کی راہنمائی کرنے لگتے ہیں۔ حُسن والے سو جائیں تو ڈوم اور میراثی ہیرو اور فنکار بن کر سامنے آ جاتے ہیں۔ شیر غاروں میں چھپ جائیں تو لومڑیوں

کے غول سارے جنگل میں "پدرمن سلطان بود" کا شور مچانے لگتے ہیں۔ اندریں حالات محراب ومنبر کے وارثوں کو باہر نکل کر اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے اور کنزالایمان کی روشنیوں میں اپنے قافلے کی راہنمائی کرنی چاہیے۔

اٹھو کہ ظلمتِ شب میں چراغ لے کے چلیں
اٹھو کہ گوشہ نشینوں کو ساتھ لے کر چلیں

✿......✿......✿

کھڑے ہوکر امام احمد رضا کا ذکر کروں۔ آج دنیا مسلک رضا سے بیگانہ ہوتی جارہی ہے۔ بعض علمائے اہلسنت بھی اعتقادی لغزشیں کر رہے ہیں، اپنی تحریروں اور تقریروں میں وہ باتیں کہہ رہے ہیں جو کبھی بدعقیدہ مولوی کہا کرتے تھے میں اس باوقار مجلس کے فورم سے علمائے اہلسنت سے گزارش کروں گا کہ وہ آگے آئیں۔ مسلک رضا کو فروغ دیں۔ افکار رضا کو پھیلائیں اور عوام کی اعتقادی راہنمائی فرمائیں۔ آج سنی علماء کرام میں جو انتشار اور افتراق پایا جارہا ہے وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مسلک اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے دُوری کا نتیجہ ہے۔ آج ہر شخص معمولی سوجھ بوجھ کے ساتھ قرآن پاک کا ترجمہ کرنے لگا ہے۔ ایسے نوآموز مترجم، مفسر قرآن بن کر قرآن کے مطالب کو بگاڑنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ کوئی حضور نبی کریم ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخشوا کر راہنمائی فرمارہا ہے، کوئی حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کو چالیس سال کے بعد بتارہا ہے اور کوئی مسلک رضا کی اہمیت کو گرا کر آج پاک و ہند کی سنی دنیا میں درجنوں شیخ الاسلام، مجددین ملت، شیخ القرآن، شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر بن کر سامنے آرہے ہیں۔ یہ تمام تاویلی اور ذہنی حضرات قوم کی راہنمائی فرمانے نکل آئے ہیں اور طرح طرح کی بولیاں بول کر عوام اہلسنت کا دل بہلا رہے ہیں۔ یہ سارے فتنے "فکر رضا" سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت زار پر رحم فرمائے۔

جہانِ رضا لاہور کے ایڈیٹر

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کو

گولڈ میڈل ایوارڈ

دیا گیا یہ ایوارڈ اعلیٰحضرت کے افکار کی اشاعت پر

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ۱۴/۰۲/۲۰۰۹ کو

علمائے اہلسنت کے ایک پرہجوم جلسہ میں دیا تھا۔

کتاب کی طلب کے لیے بے تاب نظر آنے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد کئی سال گزر گئے۔ مگر اس کی کتاب کی طرف نہ کسی نے توجہ دی نہ کوئی آواز سنائی دی۔ مولوی ایوب علی رضوی ۱۹۷۰ء میں لاہور میں انتقال کر گئے۔ ۱۹۸۲ء میں امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمود احمد صاحب قادری اشرفی (مؤلف تذکرہ علماء واہلسنّت ومرتب مکتوبات اعلیٰحضرت) مؤلف گرامی کے فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس سنی علمائے کرام کا وفد لے کر علی گڑھ پہنچے اور ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت کے اشتیاق کا اظہار کیا اور اصرار کیا کہ کتاب کا قلمی مسودہ انھیں دیا جائے تو اسے دو سال کے اندر اندر زیور طباعت سے آراستہ کر کے عوام تک پہنچا دیا جائے گا، ڈاکٹر مختار الدین احمد ایک کتاب دوست، دانشور ہیں۔ وہ تحقیقی امور سے بے پناہ دلچسپی رکھتے ہیں اس سلسلہ میں وہ عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ انھوں نے ان علماء کرام کے اشتیاق اور اصرار کو دیکھا تو بلا تامل کتاب کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا۔

''حیات اعلیٰ حضرت'' کا مسودہ جو ایک تاریخی ورثہ تھا اور بے حد اہمیت کا حامل تھا مولانا محمد محمود احمد قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ اشرفیہ، بھوانی پور، ضلع مظفر پور (بہار) کے زیر نگاہ آ گیا۔ انھوں نے اخبارات میں اعلان کیا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' چھپ رہی ہے شائقین کتاب اس کے حصول کے لیے آرڈر بک کروائیں۔ یہ اعلان بڑا خوش کن تھا سارے ہندوستان میں ہی نہیں سارے پاکستان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چالیس سالہ گم گشتہ خزانہ برآمد ہونے کی بشارت مل گئی اور اب اہل علم اس کی راہیں دیکھنے لگے۔ اس اعلان پر یقین کرتے ہوئے ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' نے اعلان کیا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو مختلف حصوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا جائے گا۔ ''ماہنامہ جہان رضا لاہور'' نے حیات اعلیٰ حضرت کی جلد اول جو کراچی سے چھپ چکی تھی۔ تین اقساط میں چھاپ کر مفت تقسیم کرنا شروع کر دی اور ساتھ ہی اپنے قارئین کو یقین دلایا کہ جونہی ہندوستان سے کتاب چھپ کر آتی جائے گی۔ اسے بالاقساط شائع کر کے تقسیم کیا جائے گا۔

یہ ۱۹۹۲ء کی بات ہے، ہندوستان میں نہ کتاب چھپی، نہ پاکستان آئی، نہ تقسیم ہوئی۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی!

مولانا محمود احمد قادری مدظلہٗ سے رابطہ کیا گیا، فون کیے گئے، تاریں دی گئیں۔ مگر

"صدائے برنخواست" بانی مرکزی مجلس رضا حکیم محمد موسیٰ امرتسری حج کے لیے حرمین شریفین گیے تو مدینہ پاک کے قیام کے دوران مولانا محمود احمد قادری سے ملاقات ہوگئی اور کتاب کی اشاعت کا پوچھا تو وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ کتاب کا مسودہ پاکستان بھیج دیں "مرکزی مجلس رضا" اپنے اخراجات پر چھپوادے گی۔ مگر علامہ قادری صاحب نے ایسا بھی نہ کیا۔

اب "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی گمشدگی کا یہ دوسرا دور تھا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے مولانا محمود احمد قادری سے بار بار مطالبہ کیا کہ وہ مجھے میرا مسودہ واپس کر دیں۔ میرے والد کی امانت لوٹا دیں۔ مگر ان کی ساری کوششوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد گرامی کی اس بے مثال تحریر کے حصول کے لیے بہت سے علماء کرام کو مسلسل لکھا اور ایک عرصہ تک ان کا تعاقب کرتے رہے۔ مگر اب خبریں آنے لگیں کہ کتاب دہلی چلی گئی ہے۔ پھر بریلی پہنچ گئی ہے۔ پھر بہار کے مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی کے پاس آرام فرما ہے۔ چالیس سال گزرنے کے باوجود یہ تمام "مفتیانِ ہند" اور "دانشورانِ اہلسنت" اس طویل عرصہ میں ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ نہ آئے اور نہ مسودہ ان کے ہاتھ آیا نہ کتاب چھپی۔ نہ شائع ہوئی۔ ان علماء کرام کے سنگین ہاتھ اتنے مضبوط تھے کہ ؎ نہ بزور ونہ بہ زاری، نہ بزری آید!

اس کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلے میں بڑی غفلت برتی گئی۔ ماہر رضویات جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری رحمہ اللہ نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام (A neglected genious of the East) رکھا تھا۔ آج اگر ہم اپنی کوتاہیوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہیں کہ (A neglected book, on a neglected genious of the East) تو بے جانہ ہوگا؟

"حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی طباعت میں خدا جانے کیا کیا مشکلات درپیش آ گئیں ان علماء کرام کا تساہل تھا یا وسائل کی کمی یا کوئی خفیہ ہاتھ اس کی طباعت میں حائل رہے ہیں۔ بہر حال یہ تیس سال کا طویل عرصہ بھی بڑی بے چینی سے گزرا۔ محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کو خدا خوش رکھے۔ انھوں نے اپریل ۲۰۰۳ء کو ہمیں یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ وہ اپنے خاندانی کاغذات کا ایک صندوق دیکھنے لگے تو اس میں سے حضرت ملک العلماء کی اس نادرہ نایاب کتاب کا قلمی مسودہ برآمد ہوا۔ جس کی تلاش میں ہم مدتوں مارے مارے پھر رہے تھے۔

ہم نے فوراً ان کی خدمت میں لکھا کہ آپ بلا تعویق یہ "گمشدہ خزانہ" ہمارے حوالے کریں تاکہ اسے شائع کیا جاسکے۔ ڈاکٹر صاحب کا خدا بھلا کرے۔ انھوں نے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے مسودہ پاکستان بھیجا۔ ہمیں یوں محسوس ہوا کہ...... چالیس سالہ گم گشتہ ماہ کنعان مل گیا ہے...... ہم اس قلمی مسودے کو پڑھتے چلے گئے اس کی پیرابندی کی، عنوانات قائم کیے۔ مروجہ انداز املا اپنایا اور اسے کمپیوٹر کے خوبصورت حروف سے سجا کر آپ کے سامنے لے آئے ہیں۔ گویا اس طرح ہم محبت کو نیا رنگ دے کر آپ کے سامنے آرہے ہیں۔ ہم ڈاکٹر مختار الدین احمد، ایم اے، پی ایچ ڈی علی گڑھ کے احسانات کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کریں جنھوں نے اپنے والد مکرم کی گم شدہ تالیف لطیف کو اپنے خاندانی کاغذات سے نکالا، ہم پر اعتماد کیا۔ ہمارے حوالے کیا۔ "مردم گزیدہ" ہونے کے باوجود ہمیں اس کام کے لیے تیار پایا۔ وہ مزید آگے بڑھے، بات بات پر، صفحہ صفحہ پر، سطر سطر پر ہماری راہنمائی فرماتے گئے۔ مشورے دیے، ہماری مشکلات کو سامنے رکھا، سابقہ خطرات اور خدشات کے باوجود ان کی نگرانی میں "حیات اعلیٰ حضرت" زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں آگئی ہے۔

ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس عظیم الشان کتاب کو اس انداز سے تیار کیا تھا کہ قارئین کو پڑھنے میں ہر طرح کی آسانی ہو اور مطالعہ کے وقت طبع سلیم پر کسی قسم کی گرانی نہ ہو اور جب کتاب کے صفحات کھولیں تو صفحات کے صفحات کھولتے جائیں اور اپنے دامنِ دل و دماغ کو حیات اعلیٰ کی خوشبوؤں سے معطر و معنبر کرتے جائیں۔

پاکستان میں "حیات اعلیٰ حضرت" کی طباعت بلکہ دیدہ زیب اشاعت کے لیے ہم نے ایک نگران بورڈ تشکیل دیا اور فنی حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ہمارے ژرف نگاہ دوست محمد عالم مختار حق صاحب نے حروف چینی فرمائی۔ مسعودملت کے مرید خاص عبدالستار طاہر صاحب نے حروف گیری میں تعاون کیا۔ مولانا صلاح الدین سعیدی نے کاغذات کو درہم برہم ہونے سے بچایا۔ ہم خود بایں پیری و دلگیری کتاب کے صفحہ صفحہ، حرف حرف پر پہرہ دیتے رہے۔ پیرابندی کی، عنوانات قائم کیے طویل جملوں کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں تبدیل کیا اور کوشش کی کہ حیات اعلیٰ حضرت کے قارئین ستر سال کے بعد چھپنے والی کتاب کو "گل تازہ" جان کر مطالعہ کریں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی فرو گذاشت نظر آئے تو عزیزان محترم کو درگزر فرمانے کی درخواست کی۔

کنزالایمان کے سو سال اور اربابِ علم و دانش کے تاثرات

ڈاکٹر کلیم احمد قادری

قرآن کریم دین اسلام کا حقیقی منبع و سرچشمہ ہے اور اس کے مفہوم و مطلب تک ترجمہ رہنمائی کرتا ہے۔ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے کیے جا چکے ہیں اور قرآن کریم کے تراجم میں اردو زبان کو یہ شرف و امتیاز حاصل ہے کہ اس میں ترجموں کی تعداد دنیا کی ہر زبان سے زیادہ ہے۔ اس صنف میں زبردست عالم و فاضل عربی و اردو داں حضرات نے زور آزمائی کی ہے۔ مگر ان تراجم کا بغور جائزہ لینے پر یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ متعدد تراجم سے صفتِ باری تعالیٰ پر حرف گیری، شانِ انبیا و مرسلین میں گستاخی و بے ادبی اور عظمتِ اسلام مجروح ہوئی ہیں۔ ان کے خود ساختہ ترجموں سے حرمت قرآن، عصمتِ انبیاء، عقائد مسلمین اور وقار انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچی ہے۔ کیونکہ ان تراجم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے دل لگی کرتا ہے، ہنسی اڑاتا ہے، دھوکے میں ڈالتا ہے، مکر و فریب کرتا ہے اور بعض امور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا۔ وہ بھی اعضا کا محتاج ہے۔ انبیا و مرسلین بھی قبل اسلام گنہ گار، بھٹکے ہوئے اور بے راہ تھے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ان مترجمین نے بغیر تائید ربانی کے مترجم کہلائے جانے کے شوق میں ایسی ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ ان کے ایمان و اسلام ہی کی خیر نہ رہی۔

قرآن کریم جیسی لاریب کتاب کا مترجم بننے کے لیے تائید ربانی و رحمتِ خداوندی اوّلین شرط ہے۔ اس ضمن میں بدر ملت علامہ مفتی بدرالدین احمد قادری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"ایک انسان اپنی دماغی کوشش سے بلند پایہ مصنف و قابل صد افتخار ادیب بن سکتا ہے۔ اپنی ذاتی قابلیت کے زور سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ مختلف زبانوں کا ماہر تو ہو سکتا ہے۔ اپنے ذہنِ ثاقب کی تیزی سے نحو و صرف، معانی و بیان، تاریخ و فلسفہ کا محقق تو ہو سکتا ہے۔ لیکن حکیم کا مترجم بننا تو یہ اس کے اپنے بس کی بات نہیں۔ قرآنِ مجید کی ترجمانی کرنا، کلام

الٰہی کے اصل منشا و مراد کو سمجھنا، آیات ربانی کے انداز کو پہچاننا، آیات محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا یہ صرف اس عالم دین کا کام ہے جس کا دماغ انوار ربانی سے روشن، اس کا قلب عشق مصطفےٰ کا مدینہ ہو۔ رہے وہ لوگ جو زبان و ادب، نحو و صرف، فلسفہ و تاریخ وغیرہ علوم کے فاضل ہونے کے باوجود باطل پرستی کے حامی و طرف دار ہیں لیکن انھیں بارگاہ رسالت ﷺ سے قرآن مجید کی ترجمانی کے لیے تائید رحمانی کا کوئی حصہ نہ ملا، کیوں کہ علم قرآن ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھرے کھوٹے کا فرق ظاہر ہوتا ہے، قرآن فہمی ہی وہ معیار ہے جو علمائے حق و علمائے باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے۔" (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۶۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مترجمین قرآن کی فہرست میں ایک نام چودھویں صدی کی جامع العلوم و کثیر التصانیف عبقری شخصیت، عاشق رسول، مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی کی بھی ہے۔ جنھوں نے صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) کے پیہم اصرار پر بغیر کسی سابقہ تیاری کے قرآن مجید کا ایسا با ادب و شاہکار تفسیری ترجمہ املا کرایا جسے دیکھ کر ارباب علم و دانش انگشت بدنداں ہیں۔ آپ نے اپنے اس ترجمے کا تاریخی نام "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ۱۳۳۰ھ تجویز فرمایا۔ "کنز الایمان" اپنے معنی کے اعتبار سے ایمان کا خزانہ وعلوم و معارف کا گنجینہ ہے۔ "کنز الایمان" تقدیس الوہیت و شان رسالت کا محافظ و نگہبان ہے، عظمت و عصمت انبیاء کا نقیب و ترجمان ہے۔ احادیث مبارکہ صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین و اسلاف کرام کی تفاسیر کا نچوڑ ہے۔ اردو زبان کی فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، اختصار و جامعیت، زبان و بیان کی لطافت سے مزین ہے۔ کنز الایمان، معاشیات، فلکیات، ارضیات، طبعیات و سائنس کے جدید مسائل کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ الغرض قرآن کریم کا مین منشائے رب العالمین کے اردو زبان میں منفرد و عظیم الشان ترجمہ ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

کنز الایمان کی شہرت، مقبولیت اور کثرت اشاعت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں یہ قبولیت کی سند پاچکا ہے۔ برصغیر ہند و پاک کے پچاسوں ناشرین کنز الایمان کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ دبئی کے وزیر اوقاف فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن مانع "کنز الایمان" کے ۵۰۰ نسخے اپنی وزارت کی مہر کے ساتھ تقسیم کیے۔ الجامعۃ الاشرفیہ